معاش کا مسئلہ
مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ
مکتبہ وصیۃ العلوم الہ آباد

معاش کا مسئلہ

[''مال'' کی بحث اس وقت دنیا کا اہم ترین مسئلہ بنی ہوئی ہے، جہاں تک مال کی ضرورت کا تعلق ہے وہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے لیکن عمومی طور پر اذہان میں شریعت مطہرہ کے متعلق یہ خیال جاگزیں ہے کہ مال اور دنیا قابل مذمت اور قابل نفرت ہیں لیکن اس غلط فہمی کا اصل منشاء تعلیمات شرعیہ سے ناواقفیت اوراحکام شرعیہ سے جہالت ہے۔

آپ خود غور فرمایئے جب زکوٰۃ وصدقات نافلہ، انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ طاعات مالیہ پر قرآن وسنت میں اجروثواب کی بشارت سنائی جارہی ہے اوران کی ترغیب دلائی جارہی ہےتو مال جس کے ذریعہ سارے اعمال خیر وجود میں آتے ہیں مبغوض کیسے ہوسکتا ہے۔

لہٰـــذا نفس مال اور دنیا نہ مطلقاً لائق مذمت ہے نہ قابل مدح بلکہ اس کے مدح وذم کاتعلق اس کے حسن استعمال اورسوء استعمال سے ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق مال کو اپنے دین وآخرت کا معین بناوے اس کے کسب وتحصیل، حفاظت وصیانت، انفاق وصرف کے متعلق ہدایات ربانی اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو پیش نظر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں مال صرف کرےتو یقیناً یہ قابل مدح اور لائق ستائش ہے۔

اس کے برخلاف (الف) مال کو اگر غلط طور پر استعمال کیاجائے (ب) اس کے

کسب وتحصیل اور انفاق وغیرہ میں حدود شرعیہ کا لحاظ نہ کیا جائے۔ (ج) جائز وناجائز سے بے پرواہو کر ظلم وغصب وغیرہ حرام ذرائع سے جیسے بھی ہو مال حاصل کیا جائے۔ (د) بے محل اور بے موقع اسے صرف کیا جائے۔ (ہ) مال سے متعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد ضائع کردیئے جائیں (ط) وہ مال طغیان وسرکشی میں مبتلا کردے یا منعم حقیقی سے غافل بنادے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسا مال اور ایسی دنیا قابل صد نفرت ومذمت ہوگی۔

لہٰذا یہ سمجھنا سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے کہ مال اور دنیا مطلقاً مذموم اور واجب الاحتراز ہے، اس کی تشریح حضرت مصلح الامت قدس سرہ کے کلمات طیبات کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے ارشاد فرماتے ہیں''۔]

مال کی ضرورت اور اہمیت

مال کی دنیا میں جیسی کچھ ضرورت ہے وہ اظہر من الشمس ہے، کیوں کہ انسان کے لئے مال قوام زندگی ہے:

وَلَاتُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیَاماً.

اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایۂ زندگی بنایا ہے۔

اس مال کو قوام زندگی فرمایا گیا ہے، (جس کے اوپر انسان کی حیات مادی اور معاشرتی کا دارومدار ہے) پس اس کے بغیر تو دنیا کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی، کیوں کہ ہمارا کھانا پینا، پہننا، مکان، اثاث البیت، غرضیکہ ہماری تمام ضروریات زندگی کی تحصیل کا ذریعہ مال ہے۔

لہٰذا مال کی تو اس دنیا میں قدم قدم پر ضرورت ہے اور اس کی ضرورت کا کوئی بھی منکر نہیں، نہ کوئی عالم اس کا انکار کرسکتا ہے، نہ کوئی جاہل حتیٰ کہ دین ومذہب نے بھی اس کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسلام میں مال حاصل کرنے کی ترغیب موجود ہے تو غلط نہ

ہوگا، یہاں میں چند روایات پیش کرتا ہوں جو میرے اس مدعا پر شاہدِ عدل ہیں۔

تحصیل مال کی ترغیب

۱- حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوا بھیجا، جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ جاؤ کپڑے پہن کر اور ہتھیار (سے) سج کر آؤ، میں نے تعمیل حکم کی اور پھر حاضر ہوا، اس وقت آپ وضو فرمارہے تھے، پہلے تو آپ نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر فرمایا کہ اے عمرو! میرا خیال ہے کہ تم کو ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجوں تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مال غنیمت عطا فرمائیں اور خدا کرے تم صحیح سالم رہو اور مجھے تمہارے لئے مال میں رغبت صالحہ ہے یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارے پاس مال دیکھوں۔

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مال کی خاطر تو مسلمان ہوا نہیں، میں نے تو اسلام کی خاطر اسلام قبول کیا ہے۔ اور اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ (دنیا اور آخرت میں) آپ کی معیت نصیب رہے، آپ نے فرمایا:

یاعمرو نعم بالمال الصالح للرجل الصالح.

یعنی اے عمرو! انسان اگر نیک اور صالح ہو اور مال بھی اس کو صالح اور طیب ملے تو پھر صالح شخص کے لئے صالح مال کیا ہی اچھی چیز ہے۔

دیکھئے! اس میں مال حلال کی ترغیب اور مدح موجود ہے۔

۲- ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "**من اخذہ بحقہ فنعم المعونۃ ہو**" یعنی جو شخص اس مال کو اس کے حق کے ساتھ لے یعنی جائز طریقوں سے اسے حاصل کرے اور صحیح مصرف میں اس کو خرچ کرے تو یہ ایک اچھا معین اور عمدہ مددگار ہے۔

۳- حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں دنیا کو جو متاع غرور (دھوکے کا سامان) فرمایا گیا ہے تو یہ اس وقت ہے جب کہ یہ طلب آخرت سے انسان کو روک دے۔

لیکن اگر یہی دنیا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی جانب داعی ہو اور آخرت کا ذریعہ بنے تو پھر نعم المتاع ونعم الوسیلہ بھی ہے یعنی نہایت عمدہ برتنے کی چیز اور بہت ہی خوب ذریعہ اور

وسیلہ ہے۔(روح المعانی ص۱۶ پارہ ۲۸)

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

اب آپ حضرات کے سامنے میں جو مال کی یہ محمودیت احادیث سے ثابت کر رہا ہوں تو بہت ممکن ہے یہ بات بھی آپ کو نئی معلوم ہو۔

اس لئے کہ دنیا اور مال کے متعلق مشہور تو یہی ہے کہ دین میں اس کی مطلقاً گنجائش نہیں بلکہ یہ امور دین کے بالکل منافی ہیں، میں نے اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے اس بحث کو کچھ طول دیدیا ہے۔

اب اس کے بعد یہ سمجھئے کہ آخر یہ غلط فہمی ہوئی کہاں سے؟ بات یہ ہے کہ دین کے پیش نظر مقصودیت کے درجے میں تو صرف آخرت ہے اور دنیا کی حیثیت اس کے نزدیک صرف وسیلہ کی سی ہے تو اگر کسی نے دنیا سے ایسا تعلق رکھا جو دین کے لئے معین ہو تو اس وقت تو یہ دنیا **نعم المعونة** اور **نعم المتاع** اور **نعم الوسیلة** اور **نعم المال الصالح للرجل الصالح** کا مصداق ہوگی یعنی اچھا معین عمدہ سامان بہترین ذریعہ ہے(رضائے خداوندی کا) نیک آدمی کے لئے مال حلال عمدہ چیز ہے۔

اور اگر کسی نے دنیا کو اللہ کی مرضی کے خلاف اور آخرت سے دور کرنے والے طریقوں میں استعمال کیا تو بیشک ایسی دنیا کی مذمت کی جائے گی اور اس سے احتراز ہی کیا جائے گا۔

جیسا کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ "**ھی لین مسھا قاتل سمھا**"یعنی یہ دنیا ایک ہے کہ اس کا مَس یعنی چھونا تو نرم ہے اور سم اس کا زہر قاتل ہی ہے یعنی بہ ظاہر خوش نما معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے اثرات بدمہلک ہوتے ہیں۔

دیکھئے! اس میں تصریح موجود ہے کہ مال اور دنیا میں دونوں ہی پہلو ہیں یعنی ایک حیثیت سے اگر یہ قابل مدح چیز ہے تو دوسرے اعتبار سے مستحق ذم بھی ہے۔

لیکن ذم کا اصل منشاء اس کا سوء استعمال ہے ورنہ تو نفس دنیا کوئی قابل مذمت اور نفرت کی چیز نہیں ہے، صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

ولاارى الاستدلال على رداءة الدنيا الا استدلالا فى مقام الضرورة نعم هى نعمت الدار لمن تزودمنها لآخرته. (روح المعانی ص۸۵ پارہ۱۰)

دنیا کی مذمت جو شریعت میں وارد ہے تو اس کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ وہ صرف ضرورۃً ہی آئی ہے ورنہ تو یہ ایک اچھی جگہ بھی ہے اس شخص کے لئے جو اس میں رہ کر اپنی آخرت کے لئے توشہ تیار کرے۔

(اب حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کے زیر نظر مضمون میں کسب مال وتحصیل معاش کی اہمیت تجارت، محنت مزدوری کی ترغیب اور سوال کی مذمت نیز تجارت کے متعلق واضح ہدایات، غیر منقولہ جائداد کے بدلے غیر منقولہ جائداد خریدنے کا حکمت پیغمبرانہ پر مشتمل امر تاکیدی، اولاد کے لئے معاش کا اہتمام، نیز مال کے انفاق وصرف کے ضوابط اور اس کی ترتیب رسول اکرمؐ اور ان کے جاں نثار صحابۂ کرامؓ کے ارشادات عالیہ اور آثار ائمہ کرام کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔ جس کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوجائے گی کہ شریعت مقدسہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسان کے تمام معاشرتی امور کے متعلق بھی اس میں ہدایات موجود ہیں اور حیات انسانی کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہ گیا ہے۔)

☆☆☆

معاش اور اسباب زندگی

نحمدهٗ و نصلی علی رسولہٖ الکریم.

معاش سب سے اہم مسئلہ

سب اہم مسئلہ دنیوی زندگانی میں معیشت یا معاش کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، ہمارے نبی کریمؐ نے معاد کی طرح ہمارے معاش کا بھی کامل انتظام فرمایا ہے۔ اس کا اتباع عین دین ہے۔ سنو!

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ باب سیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وکان الزمهم باصلاح تدبير المنزل ورعاية الاصحاب وسياسة المدنية بحيث لايتصور فوقه. يعرف لكل شئ قدره.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تدبیر منزل اور اصحاب کی رعایت اور سیاست مدنیہ کا سب سے زیادہ التزام فرماتے تھے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہوسکتا اس لئے کہ آپؐ ہر چیز کی قدر ومنزلت پہچانتے تھے۔

اب احادیث سے اس کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔

سوال کی مذمت اور کسب معاش کا تاکیدی حکم

عن انس بن مالکؓ ان رجلا من الانصار جاء الی النبی ﷺ یسئله فقال هل لک فی بیتک شئ قال بلیٰ! حلس نلبس بعضه ونبسط بعضه وقدح نشرب فیه الماء، قال ائتنی بهما، قال فاتاه بهما فاخذهما رسول

الله ﷺ ثم قال من يشترى هذين فقال رجل أنا اخذهما بدرهم قال من يزيد على درهم مرتين اوثلاثا قال رجل أنا اخذهما بدرهمين فاعطاهما اياه فاخذ الدرهمين فاعطاهما الانصارى وقال اشتر بأحدهما طعاما فانبذه الى اهلك واشتر بالأخر قدوما واتنى به ففعل فاخذه رسول الله صلى الله عليه وسلم فشد فيه عوداً بيده وقال اذهب فاحتطب ولااراك خمسة عشر يوما فجعل يحتطب ويبيع فجاء وقد أصاب عشرة دراهم فقال اشتر ببعضها طعاما وببعضها ثوباً ثم قال هذا خيرلك من ان تجئ والمسئلة نكتة فى وجهك يوم القيامة. ان المسئلة لاتصلح الالذى فقر مدقع اولذى غرم مفظع او دم موجع.

(ابن ماجہ ص۱۵۹)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کے لئے آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ کہاہاں ایک ٹاٹ ہے جس کے بعض حصے کواوڑھتا ہوں اور بعض کو بچھا تا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں کو میرے پاس لاؤ تو وہ انصاری لائے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا، اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں چیزوں کوخریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں اس کوایک درہم میں لیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوتین مرتبہ فرمایا کہ کون ایک درہم سے زیادہ دیتا ہے تو ایک شخص نے کہا کہ میں ان چیزوں کو دو درہم میں لیتا ہوں، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیدیا۔ اور دونوں درہم کو لے کر انصاری کو دیدیا اور فرمایا کہ ایک درہم سے تم غلہ خرید کر اپنے گھر والوں کو دیدو اور دوسرے سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ، تو انھوں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک

سے خود اس کلہاڑی میں عمدہ طریقہ سے ایک لکڑی لگادی اور فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں جمع کرو (اور بیچو) اور میں پندرہ دنوں تک تمہیں یہاں نہ دیکھوں (یعنی اس مدت میں یہاں نہ رہنا اور مراد اس سے ترک اکتساب کی ممانعت تھی نہ کہ رویت کی کذافی المرقاۃ) پس وہ لکڑیاں جمع کر کے بیچنے لگے، کچھ دنوں کے بعد اس حال میں آئے کہ دس درہم ان کے پاس جمع ہو گئے تھے، تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے بعض سے غلہ خرید لو اور بعض سے کپڑا خرید لو، پھر اس کے بعد فرمایا کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ قیامت کے دن تم آؤ اس حال میں کہ سوال کا بُرا نشان تمہارے چہرے پر ہو (پھر حضورؐ نے فرمایا کہ) بے شک سوال کرنا لائق نہیں ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو شدید فقر وفاقہ میں مبتلا ہوں، یا جن کے اوپر قرض کا بارگراں ہو یا اس کے ذمہ ایسا خون ہو جو دردوالم میں ڈالنے والا ہو۔ (مطلب یہ ہے کہ قاتل کے خون کر دینے کی وجہ سے اس پر دیت لازم آئے، اور وہ دیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو سوال کر کے ادا کرنے کی اجازت ہے۔)

فائدہ: اس حدیث میں کس قدر اہتمام نکلتا ہے معاش کے درست کرنے کا، نیز اس حدیث سے کس قدر مذمت ثابت ہوتی ہے کہ سوال کرنے کی وجہ سے سائل کے چہرے پر قیامت کے دن بدنما داغ ہوگا۔ ہاں جن مواقع پر از روئے شرع سوال کی اجازت ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

حدیث شریف میں کچھ اموال تجارت کی نشاندہی

۱ - عن ابی هريرة رضی الله عنه قال امر رسول الله صلی الله علیه وسلم الأغنياء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عنداتخاذ الاغنياء الدجاج ياذن الله بهلاک القریٰ. (ابن ماجه ص ۱۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اغنیاء کو امر فرمایا کہ بکریاں رکھیں اور فقراء کو حکم دیا کہ مرغیاں رکھیں۔ نیز فرمایا کہ جب اغنیاء بھی مرغیوں کو اختیار کرلیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ قریٰ (آبادیوں) کو ہلاک ہوجانے کا

امر فرمادیں گے۔

فائدہ: (۱) مطلب اس کا یہ ہے کہ مرغیوں کو رکھنے میں زیادہ صرفہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس کی نسل بھی آسانی سے بڑھ جاتی ہے اور آمدنی کا ذریعہ بہت جلد حاصل ہو جاتا ہے۔ بخلاف بکریوں کے کہ اس کے رکھنے اور اس سے تجارت کرنے کے لئے رقم کثیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس پر اغنیاء ہی قادر ہو سکتے ہیں۔

پس اگر اغنیاء بھی مرغیاں پالنے لگیں اور اس کو ذریعہ آمدنی بنالیں تو پھر غرباء کا ذریعہ معاش ختم ہو جائے گا اور وہ بھوکوں مرجائیں گے۔

فائدہ: (۲) سبحان اللہ کیا عمدہ انتظام معاش ہے۔

۲- **عن ام هانیؓ ان النبی ﷺ قال لها اتخذی غنما فان فيها بركة.** (ابن ماجہ)

حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریاں پال لو اس لئے کہ اس میں برکت ہے۔

غیر منقولہ جائداد کا مخصوص حکم

(۳) **عن حذيفة بن اليمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من باع داراً ولم يجعل ثمنها في مثلها لم يبارك له فيها.** (ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مکان کو فروخت کیا اور اس کی قیمت اس کے مثل (یعنی غیر منقولہ شی) میں صرف نہیں کیا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔

(۴) **عن سعيد بن حريث قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من باع داراً أو عقاراً فلم يجعل ثمنه في مثله كان قمناً أن لايبارك فيه.** (ابن ماجہ ص ۱۸۲)

سعید بن حریث سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا کہ جس نے کسی مکان یا زمین کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کو اسی کے مثل شی کے خریدنے میں صرف نہیں کیا تو لائق ہے کہ اس میں برکت نہ ہو۔

فائدہ (۱): مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین ومکانات کو فروخت کر کے اس کی قیمت دوسری چیزوں میں صرف کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

اس لئے کہ زمین ومکان مستقل جائدادیں ہیں، ان میں منافع کثیر ہیں اور ضرر کے احتمالات کم ہیں، مثلاً سرقہ وغیرہ بخلاف دوسری چیزوں کے کہ اس میں چوری غارت وغیرہ کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

(۲) ظاہر ہے کہ حضورؐ نے جو بکری کی تجارت میں برکت اور زمین وغیرہ کی بیع کر کے اس کی قیمت کو دوسری چیزوں میں صرف کرنے سے عدم برکت کو فرمایا تو یہ عین مرضی الٰہی بھی ہوئی۔ (کہ)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

(وہ اپنی خواہشات سے باتیں نہیں بناتے، ان کا کلام تو تمام تر وحی ربانی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔)

تو پھر ان ارشادات پر جو ہمارے معاش سے متعلق ہیں کیوں نہ ایمان لائیں اور کیوں نہ اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھائیں۔ اس سے کس قدر معاش کا اہتمام اور شفقت علی الامۃ کا اندازہ ہوتا ہے۔

اہل وعیال کے معاش کا انتظام مطلوب شرعی ہے

عن سعد بن ابی وقاص قال مرضت عام الفتح مرضاً اشفيت على الموت فاتانی رسول اللہ ﷺ یعودنی فقلت یارسول اللہ اِن لی مالا کثیراً ولیس یرثنی الا ابنتی افاوصی بمالی کله قال لا. قلت فثلثی مالی قال لا. قلت فالشطر قال لا. قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر. انک أن تذر ورثتک اغنیاء خیر من أن تذرهم عالة یتکففون

الناس وانک لن تنفق نفقة تبتغی بها وجه الله الاأجرت بها حتی اللقمة ترفعها الی فی امرء تک. (مشکوٰۃ باب الوصیۃ)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے یہ میں فتح مکہ کی سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ قریب بہ مرگ ہوگیا، تو حضورؐ عیادت کی غرض سے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے پاس مال بہت زیادہ ہے اور سوائے ایک لڑکی کے میرا کوئی وارث نہیں ہے، کیا میں اپنے کل مال کے (صدقہ کردینے) کی وصیت کردوں؟ تو حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا پھر دوثلث کی حضورؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا پھر نصف کی وصیت کردوں؟ پھر بھی حضور نے نفی ہی میں جواب دیا۔ (اخیر میں) عرض کیا کہ ثلث مال کی وصیت کردوں تو فرمایا ہاں ثلث کی کرسکتے ہو، مگر یہ بھی زیادہ ہے (اس لئے) کہ تمہارا اپنے ورثہ کو اغنیاء چھوڑ جانا اس سے بہتر ہے کہ ان کو محتاج چھوڑ جاؤ کہ دوسروں کے دست نگر ہوں اور بلاشبہہ تم جو بھی خرچ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کروگے اس کا ثواب تم کو ملے گا حتی کہ اس لقمہ پر بھی تم کو اجر ملے گا جو اپنی بیوی کے منھ میں دو۔

فوائد حدیث بالا

(۱) دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کل مال بلکہ نصف مال کے صدقہ کی بھی وصیت سے منع فرمادیا اور یہ علت بیان فرمائی کہ اپنی اولاد کو مفلسی اور محتاج چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کہ غنی اور مالدار چھوڑ جاؤ تاکہ وہ لوگ سوال کی ذلت سے محفوظ رہیں۔

(۲) اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا منجملہ اخبار بالغیب کے تھا، اس لئے کہ حضرت سعد کی اس مرض میں وفات نہیں ہوئی بلکہ شفا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دس سے کچھ زائد بیٹے اور بارہ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ ظاہر ہے کہ اگر سب مال کی وصیت کردیتے تو ان بچیوں کا کیا حشر ہوتا۔

(۳) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل وعیال پر احسان اور انفاق سے اجر ملتا ہے

اور یہ بھی مفہوم ہوا کہ اولاد کے لئے مال کا ذخیرہ کرنا اور ان کی معیشت کا انتظام کرنا شرعاً مطلوب ہے، نیز اس ارشادِ نبویؐ میں معاش کے متعلق نہایت حزم واحتیاط (بیدار مغزی) کی تاکید وتعلیم ہے۔

کسبِ معاش کی فرضیت

مندرجہ بالا احادیث سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حسن معاش بھی سکھلایا ہے، چوں کہ معاش کا زیادہ تعلق مال ہی سے ہوتا ہے اس لئے اس کے کسب کا طریقہ بھی بتلایا ہے اور کسب کی بے انتہا ترغیب دی ہے، یہاں تک کہ یہ فرما دیا:

كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. (یعنی رزق حلال کا کسب (کمانا) دوسرے فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔)

تو دیکھئے جیسے صوم وصلوٰۃ، حج وغیرہ کو فرض کر کے ہمارے معاد وآخرت کا انتظام فرمایا ویسے ہی کسب مال طیب کو فریضہ فرما کر ہماری دنیا اور معیشت کا کامل انتظام فرما دیا۔(۱)

صحابہ کرامؓ نے ہر طرح کے پیشے اختیار فرمائے

چنانچہ صحابہ تجارت بھی کرتے تھے، زراعت بھی کرتے تھے، کچھ نہیں کر سکتے تھے تو اجرت پر کام کر کے رزق حلال وطیب حاصل کرتے تھے، سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق ایک روایت ابن ماجہ میں آئی ہے۔ سنئے!

عن ابن عباس قال اصاب نبی اللہؐ خصاصة فبلغ ذالک علیا فخرج یلتمس عملا یصیب فیه لیقیت به رسول الله فاتی بستانا لرجل من الیهود فاستقی له سبعة عشر دلواً کل دلو بتمرة، فخیره الیهودی من

(۱) کسب حلال کی فرضیت اس آیت سے بھی مفہوم ہوتی ہے "كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اکل من الطیبات کا امر فرمایا تو یہ فرض ہوا اور اکل من الطیبات موقوف ہے کسب طیب پر، پس اس سے کسب حلال کی فرضیت بھی نکل آئی اس لئے کہ "مقدمة الواجب واجب" منہ مدظلہ

تمرة سبع عشرة عجوة فجاء بها الی نبی الله صلی الله علیه وسلم.

''حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ کے یہاں فقر وفاقہ کی نوبت آ پہنچی، اس کی خبر حضرت علیؓ کو ہوئی، وہ فوراً کسی کام کی تلاش میں باہر نکل پڑے تا کہ اس کی اجرت سے حضورؐ کے لئے طعام کا انتظام کریں۔ بالآخر ایک یہودی کے باغ میں آئے، وہاں سترہ ڈول پانی یہودی کے لئے نکالے اور ہر ڈول کے عوض ایک کھجور اس سے طے پائی، تو یہودی نے عجوہ کھجور سے عمدہ عمدہ چن کر سترہ کھجوریں دیں۔ اس کی اجرت لا کر حضرت علیؓ نے خدمت اقدس میں پیش کر دی۔'' حضورؐ نے اس کو قبول فرمایا (اس سے محنت ومزدوری کا استحسان ثابت ہوا)

مخلصین سے اظہار حال

وعن ابی هریرةؓ قال جاء رجل من الانصار فقال یارسول الله مالی اری لونک متکفناً قال الخمص فانطلق الانصاری الی رحله فلم یجد فی رحله شیئاً فخرج یطلب فاذا هو بیهودی یسقی نخلا فقال الانصاری اسقی نخلک قال نعم قال کل دلو بتمرة واشترط الانصاری لایاخذ خدرة ولاتارزة ولاحشفة ولایاخذ الاجدرة فاستقی بنحو من صاعین فجاء ه الی النبی صلی الله علیه وسلم.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاریؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یارسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ کے چہرۂ مبارک کو متغیر دیکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ بھوک (یہ سن کر) انصاری اپنی قیام گاہ پر آئے اور وہاں بھی کچھ نہ پایا تو طلب کرتے ہوئے باہر نکلے پس ایک یہودی کو دیکھا کہ اپنے کھجوروں کی آب پاشی کر رہا ہے تو یہودی سے کہا کہ میں تمہاری کھجوروں میں پانی دیدوں؟ اس نے کہا ہاں، تو انصاری نے کہا ہر ڈول کے عوض ایک کھجور اجرت ہوگی اور یہ شرط کیا کہ وہ کھجور اندر سیاہی والی یا خشک یا بے بیج کی نہ ہونی چاہئے بلکہ خوب نفیس ہونی

چاہئے وہی لوں گا تو انھوں نے قریب دو صاع اجرت کے بقدر آب پاشی کی اور وہ کھجوریں حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ (ابن ماجہ ص ۱۷۸)

فوائد حدیث بالا

(۱) اس حدیث سے بھی اس عمل کا استحسان ثابت ہوا۔

(۲) سبحان اللہ حضرات صحابہ کو کس قدر اخلاص اور تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، حضرت علیؓ کو تو حضورؐ کے خصاصہ اور فاقہ سن کر رہا ہی نہیں گیا اور فوراً کسب مال وطعام کے لئے گھر سے باہر نکل پڑے اور ایک یہودی کے باغ کی آبپاشی کر کے سترہ کھجوریں حاصل کیں اور خدمت اقدس میں لاکر پیش کر دیا۔

(۳) انصاری کا اخلاص دیکھئے چہرۂ انور کو متغیر دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور وجہ تغیر دریافت کیا تو حضورؐ نے بھی ان کے غایت اخلاص ومحبت کو دیکھ کر بلا تکلف اظہار حال فرمادیا۔

پس اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مخلص حقیقت حال سے سوال کر سکتا ہے، یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اور مخلص سے صحیح حال کا اظہار بھی جائز ہے کچھ مضائقہ نہیں۔

(۴) نیز ان دونوں روایتوں سے ضرورت پر کسب حلال کی انتہائی فضیلت اور اہمیت ثابت ہوئی کہ ہمارے اکابر نے اس سے ذرا بھی تکلف نہ فرمایا اور بے جھجھک ''کسب الحلال فریضۃ'' پر عامل ہوئے۔ پھر ہم لوگ ان اکابر کی کیوں نہ اتباع کریں۔

کسب معاش بھی عبادت ہے

ان چند احادیث مذکورہ سے آپ لوگوں کو اندازہ ہوا ہوگا کہ حضورؐ کے نزدیک معاش کا کس درجہ اہتمام تھا اور امت کے اکابر نے تدبیر معاش میں کس قدر سعی بلیغ فرمائی۔

کسب حلال وحرام ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دنیوی زندگی کے لئے جو تجارت نافع ہے اس کو اختیار کرنے کی ترغیب دی اور غیر نافع تجارت سے منع فرمایا۔

نیز جس بیع میں برکت ہوتی ہے اس کو اور جس میں برکت نہیں ہوتی ہے اس سے بھی

و فرمایا اس سے اس منصب کے لئے جو شفقت لازم ہے وہ ثابت ہوتی ہے اس طرح یہ
ش بھی معاد کی طرح عبادت بن جاتا ہے۔

ش: صحابہؓ کی نظر میں

اب ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال جو یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں
ز العمال سے نقل کرتے ہیں جس سے ہمارے اس مضمون کی مزید تائید و توضیح ہو جائے گی۔

(۱) عن امامة الباهلي عن ابي بكر الصديق رضي الله عنه قال دينك لمعادك و درهمك لمعاشك ولا خير في امرء لا درهم (له)

ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا دین تو تمہارے معاد (آخرت) کے لئے معین ہے اور تمہارے دراہم (اموال) تمہارے معاش کے لیے معین ہیں، جس کے پاس مال نہیں اس سے کسی خیر کی توقع نہیں۔

(۲) عن علي قال خيار كم من لم يدع آخرته لدنياه ولا دنياه لأخرته.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سب سے عمدہ شخص وہ ہے جو دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو نہ چھوڑے اور آخرت کے لئے اپنی دنیا کو نہ چھوڑ بیٹھے۔

(۳) عن حذيفة قال ليس خيار كم من ترك الدنيا للآخرة ولامن ترك الأخرة للدنيا ولكن خيار كم من أخذ من كل.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں بہتر شخص وہ نہیں ہے جو آخرت کے لئے اپنی دنیا کو ضائع کردے اور نہ وہ جو دنیا کی خاطر آخرت سے بے ہاتھ ہو جائے، بلکہ بہتر وہ ہے جو (آخرت و دنیا) ہر ایک سے حصہ لے۔

(۴) عن حذيفة قال خيار كم الذين يا خذون من دنيا هم لأخرتهم ومن اخرتهم لدنيا هم. (كنز العمال)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ تم میں کے بہترین وہ لوگ ہیں جو کہ اپنی دنیا سے آخرت کے لئے بھی کچھ حصہ لے رکھیں اور اپنی آخرت میں سے

دنیا کے لئے۔

(۵) قال عمر بن الخطاب انی لأ کرہ ان اری احدکم سبھللاً لافی عمل دنیا ولافی عمل اٰخرۃ. (السمیر المھذب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سبھلل (بیکار) آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو کہ نہ تو دنیا ہی کے کام میں ہو اور نہ آخرت ہی کے کام میں۔

مال کی ضرورت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات گرامی سے معلوم ہوا کہ دنیا کی مطلقاً جو مذمت کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے، بلکہ اس دنیوی زندگی کے لئے مال ضروری اور لابدی ہے، کھانا، پینا، مکان، اثاث البیت (گھر کے سامان) غرض یہ کہ ہماری تمام ہی ضروریات زندگی کی تحصیل کا ذریعہ مال ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا.

اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا قوام بنایا ہے۔

یعنی مال جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان معیشت بنایا ہے اس کی پوری حفاظت کرنی چاہئے اور اندیشۂ ہلاکت سے بچانا چاہئے اور ناسمجھ لڑکوں کو دینے میں تلف وضیاع (بربادی اور نقصان) کا اندیشہ ہے۔

اس لئے جب تک ان کو نفع ونقصان کا خیال وہوش نہ ہو جائے انھیں کا مال ان کو نہ دو کہ بیجا تصرف کر کے ضائع کر دیں گے یہاں اولیاء کو خطاب ہے اور اَمْوَالَكُمْ سے مراد یتامیٰ ہی کا مال ہے جو کہ اولیاء کی ولایت (سرپرستی) میں ہے۔

تو جب مال قوام وسامان معیشت ہے، پس دنیا میں تو اس کے بغیر گاڑی چل ہی نہیں سکتی، قدم قدم پر اس کی ضرورت ہے۔ نیز دینی بہت سے احکام اسی مال سے متعلق ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ، حج وصدقات فی سبیل اللہ ونفقات مفروضہ وغیرہا تو بغیر مال کے آدمی بہت

سے فرائض وفضائل کے حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے، بلکہ اس کے فقدان کی صورت میں دین وایمان کو کھو بیٹھتا ہے۔

مال کی اہمیت سفیان ثوریؒ کی نظر میں

چنانچہ سفیان ثوریؒ کا اثر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

وعن سفیان الثوری کان المال فی مامضی یکرہ. فاماالیوم فھو ترسُ المومن وقال لولا ھذہ الدنانیر لتمندل بنا ھؤلاء الملوک.

وقال من کان فی یدہ من ھذہ شیء فلیصلحہ فانہ زمان ان احتاج کان اول مایبذل دینہ وقال: الحلال لایحتمل السرف. (رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مال پہلے زمانہ میں ناپسند تھا مگر اب تو مومن کا ڈھال ہے (یعنی اسی کے ذریعہ سے بہت سی معصیت سے محفوظ رہ سکتا ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ دنانیر (روپیہ پیسہ) ہمارے پاس نہ ہوں تو بادشاہ لوگ ہم کو صافی بنالیں (مطلب یہ کہ ان لوگوں کے نزدیک ذلیل وخوار ہوجائیں) اور یہ بھی فرمایا کہ جس کی ملک میں کچھ بھی دینار ہوں تو چاہئے کہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس کو تجارت سے بڑھائے) اس لئے کہ یہ ایسا بد دینی کا زمانہ ہے کہ اگر کوئی مفلس ہوگا تو سب سے پہلے اپنے دین ہی کو خرچ (یعنی ضائع) کردے گا اور فرمایا کہ حلال مال اسراف کا احتمال نہیں رکھتا۔

یعنی اس کی (مال حلال کی) خاصیت یہ ہے کہ وہ اسراف کے طور پر اور بلاضرورت شرعیہ کے صرف نہیں ہوتا۔

حالات اور زمانہ کی رعایت ضروری ہے

حضرت سفیان ثوریؒ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہم کو اصحاب خیر القرون کی ریس نہیں کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ حضرات کامل الایمان تھے۔ زمانہ خیر وصلاح کا تھا۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا، لوگوں کے حالات متغیر ہوگئے، ایمان میں ضعف ہوگیا، فقر کی تلخی کا تحمل نہیں ہوسکتا۔ اس

لئے دین وایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ مال پاس رہے ورنہ ایمان ہی کھو بیٹھیں گے۔

ذرا اس بات پر بھی غور فرمالیجئے کہ حضرت سفیان ثوری اپنے زمانہ کا حال بیان فرمارہے ہیں جو زمانۂ رسالت ودورِ صحابہ کرام سے قریب تر تھا۔ جب اتنی قلیل مدت میں حالات اتنے بدل گئے تھے تو اب اس زمانہ کے بدترین حالات کا پوچھنا ہی کیا ہے؟

پس جس بناء پر حضرت سفیانؒ نے اپنے زمانہ میں مال کی ضرورت محسوس کی تو پھر ہمارے اس فاسد زمانہ میں کیسی کچھ ضرورت ہوگی ظاہر ہے۔

نیز اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال کی حفاظت کرنی چاہئے، بیجا صرف نہیں کرنا چاہئے اور نہ فضول رکھنا ہی چاہئے، بلکہ اس کو کسی کاروبار میں لگا کر بڑھانا چاہئے۔

سبحان اللہ! کیا ہی خوب نصائح ہیں۔ اگر ان پر عمل پیرا ہوا جائے تو آج ہماری دنیا بھی ٹھیک ہو جائے اور دین بھی۔ یہ ہمارے اکابر کے ارشادات ہیں جو آپ کے سامنے ہیں، یہ حضرات ہم سے دین ودیانت میں بہت زیادہ تھے، اس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

تو پھر ان کے اقوال کو جو ہمارے معاش کی اصلاح کے لئے ہیں کیوں نہیں مستحضر (یاد) رکھا جاتا اور کیوں نہیں ان کو شائع کیا جاتا تاکہ امت سمجھے کہ شریعت میں معاد کے علاوہ معاش کے متعلق بھی احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کا اچھا خاصا ذخیرہ ہے۔

ایک مصری عالم کا محققانہ کلام

سیر المہذب جو ایک مصری عالم ''علی فکری'' کی تصنیف ہے، اس میں اخلاق ومعاش اور اقتصاد وغیرہ پر اچھی خاصی بحث کی ہے اور آیات واحادیث کو موقع موقع سے لائے ہیں مجھے یہ کتاب بہت پسند ہے۔

اس کتاب میں ''الجد والسعی'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے جس میں آیات واحادیث اور آثار صحابہ سے کسب وعمل کی فضیلت وضرورت کو ثابت کیا ہے اور کسل وبطالت (سستی اور بیکاری) کی مذمت اور اس سے تحذیر (بچنے کی تاکید) کی ہے۔

سبھی مضمون اچھا ہے مگر نتیجہ کے طور پر اخیر میں چند سطر لکھا ہے اس لئے اس کو نقل کرتا ہوں:

والنتيجة ان حظ الانسان من المكافاة والنجح فى الدنيا والأخرة سيكون على قدرمايبذله من العمل والسعى خيرا أوشرًا،قليلاً أو كثيرًا وجاء هذا لمعنى ايضاً ان الله يعطى العبد على قدر همته ونهمته.

ومما ورد فى السنة النبوية من التنبيه بشان العمل ان النبى صلى الله عليه وسلم كان جالساً مع اصحابه ذات يوم فنظروا الىٰ شاب ذى جلد وقوة قدبكر يسعى فقالوا ويح هذا لو كان شبابه وجلده فى سبيل الله اى فى الطاعات البدنية من صلوٰة وصيام وجهاد.

فقال صلى الله عليه وسلم لاتقولوا هذا فانه ان كان خرج يسعى على ولده الصغارفهوفى سبيل الله.وان كان خرج يسعى على ابوين شيخين كبيرين فهو فى سبيل الله وان كان خرج على نفسه ليعفها فهوفى سبيل الله وان خرج يسعى رياء ومفاخرة فهو فى سبيل الشيطان.

حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کا عمل وسعی جس درجہ کی ہوگی اسی کے بقدر دنیا وآخرت میں اس کو اجر وکامیابی حاصل ہوگی، اگر سعی وعمل اچھا ہے تو نتیجہ بھی اچھا حاصل ہوگا اور اگر برا ہے تو نتیجہ بھی برا ہوگا اور اگر کم ہے تو کم اور اگر زیادہ ہے تو نتیجہ بھی زیادہ ملے گا۔ جیسا کہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے شوق وہمت کے بقدر عطا فرماتے ہیں۔

حدیث شریف میں عمل کے اہتمام کے سلسلہ میں وارد ہے کہ نبی کریمؐ ایک دن حضرات صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ لوگوں کی نظر ایک جوان پر پڑی جو ہاتھ پاؤں کا قوی اور مضبوط تھا، صبح ہی صبح کام کے لئے نکل پڑا تھا، سب حضرات کہنے لگے اس کا ناس ہو کاش یہ اپنی جوانی اور قوت کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا یعنی طاعات بدنیہ کرتا، نماز پڑھتا، روزہ رکھتا اور جہاد کرتا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو اس لئے کہ یہ شخص اگر بوڑھے
والدین اور چھوٹے بچوں کی خاطر کسب کے لئے نکلا ہے تو یہ نکلنا فی سبیل اللہ ہے،
اسی طرح اگر اپنے نفس پر صرف کرنے کے لئے نکلا ہے تا کہ اس کی (اپنی) عفت
کو قائم رکھ سکے (یعنی ذلیل نہ ہو) تو یہ نکلنا بھی اللہ کے راستہ میں نکلنا ہے۔ ہاں
اگر محض ریا و تفاخر کے لئے کسب کرنے جا رہا ہے تو یہ فی سبیل الشیطان ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث سے ہمارا مدعا جس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ثابت ہوا کہ کسب اپنے
بچوں کے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور اپنی ذات کے لئے سب فی سبیل اللہ ہے۔
البتہ شرط اس کی یہ ہے کہ یہ سعی حسن نیت اور قصد صالح پر مبنی ہو، ریا و تفاخر اس کا سبب
نہ ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ امور معاش (کمائی کے ذرائع) میں ایسا انہماک (مصروفیت) ہو جائے
کہ امور معاد (آخرت کے معاملات) بالکل نسیاً منسیاً (فراموش) ہو جائیں۔ اس لئے کہ
منجملہ علامات نفاق وضعف ایمان کے ہیں۔

پس چاہئے کہ شرع کے موافق راہ اعتدال اختیار کرے اور اپنے ارادہ کو ہر امر میں
رکھے، اگر ایسا ہوگا تو امر دنیوی میں بھی اس کو ثواب ملے گا اور اس کے اخلاص کی برکت
اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوگی۔

نصرت الٰہی اخلاص پر موقوف ہے

چنانچہ حدیث شریف ہے کہ:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ کلھم حق
علی اللہ عونہ، الغازی فی سبیل اللہ والمکاتب الذی یرید الاداء
والناکح الذی یرید التعفف.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
تین اشخاص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ان کی مدد لازم ہے۔ (۱) راہ خدا میں جہاد
کرنے والا (۲) وہ مکاتب جو بدل کتابت کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے۔ (۳) اور

وہ شخص جس کا ارادہ نکاح سے محض تعفف (پاک دامنی) کا ہو۔

دیکھئے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جیسے غازی فی سبیل اللہ کی منجانب اللہ مدد ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص اپنے بدل کتابت کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یا نکاح سے تعفف کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کی نصرت لازم ہو جاتی ہے۔

نصرت الٰہی کا عجیب واقعہ

چنانچہ ہمارے سلف صالحین کی ان کے اخلاص وصدق کی وجہ سے مختلف طریقوں سے نصرت ہوئی ہے، مثال کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا قصہ سنئے!

عن المقداد بن عمرو انه خرج ذات يوم الىٰ البقيع وهو المقبرة لحاجة وكان الناس لايذهب احدهم فى حاجة الا فى يومين والثلاثة فانما يبعر كما تبعر الابل، ثم دخل خربة فبينا هو جالس لحاجته اذرأى جرذاً اخرج من حجر دينارا ثم دخل فاخرج اخر حتى اخرج سبعة عشر ديناراً. ثم اخرج طرف خرقة حمراء قال المقداد فسللت الخرقة فوجدت فيها ديناراً فتممت ثمانية عشر ديناراً فخرجت بهاحتى أتيت بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته خبرها فقلت خذ صدقتها يارسول الله قال ارجع بها لاصدقة فيها بارك الله لك فيها.

حضرت مقداد بن عمرو بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایک روز بقیع (ایک قبرستان کا نام ہے) کی جانب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے چلے اس وقت عام طور پر لوگ دو تین روز کے بعد قضائے حاجت کے لئے جایا کرتے تھے اس لئے کہ اونٹ کی مینگنی کی طرح خشک پاخانہ ہوتا تھا اور ایک کھنڈر میں داخل ہو گئے، تو اچانک کیا دیکھتے ہیں، ایک چوہے نے اپنے سوراخ سے ایک دینار باہر نکالا اور پھر اپنے سوراخ میں گھس گیا اور پھر ایک دینار باہر نکالا، اسی طرح سترہ دینار نکالے پھر اس نے ایک سرخ کپڑے کا کونا نکالا۔

حضرت مقداد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کو کھینچ لیا، اس میں بھی ایک دینار پایا، اس طور پر میں نے اٹھارہ دینار پورے کر لئے، پھر اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا واقعہ بتلا کر عرض کیا کہ اس کا صدقہ جو کچھ ہو لے لیجئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے جاؤ اس میں کچھ بھی صدقہ نہیں، اللہ تعالی اس میں تمہارے لئے برکت عطا فرمائیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ شاید تم نے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر نکالا ہو، میں نے کہا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کے ساتھ اکرام کیا۔ راوی کہتے ہیں (کہ اس میں اتنی برکت ہوئی) ختم نہیں ہوا حتی کہ خود ان صحابی کا انتقال ہو گیا۔

نصرت الٰہی کا یقین محکم

ایک اور قصہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا سنئے جس کو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱رشعبان ۵۴۵ھ کو مدرسہ میں جمعہ کے دن کی مجلس میں بیٹھتے ہی یہ حکایت بیان فرمائی کہ:

حکی عن عبدالله بن مبارک انه جاء اليه في بعض الايام سائل يسئله شيئاً من الطعام فلم يحضر عنده شئي سوا عشر بيضات فامر جاريته بأن تعطيه اياها فاعطت تسعة وخبات واحدة فلما كان وقت غروب الشمس جاء رجل ودق عليه الباب وقال خذوا مني هذه السلة فخرج عليه عبداللهؒ واخذها منه فرای فيها بيضاً فعده فاذا هو تسعون بيضة فقال لجاريته اين البيضة الأخرى كم أعطيت السائل فقالت أعطيته تسعة وتركت واحداً نفطر عليها فقال لها غرمتنا عشرة.

حضرت عبداللہ بن مبارک کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے ان کے پاس ایک دفعہ کوئی

سائل آیا اور ان سے کھانا طلب کیا۔ حضرت شیخ کے پاس اس وقت سوائے دس انڈوں کے اور کچھ موجود نہ تھا۔ اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ یہ انڈے اسے دیدو۔

تو اس نے نو ہی انڈے سائل کو دیئے اور ایک کو چھپا لیا جب غروب آفتاب کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ یہ ٹوکری لے جایئے، تو حضرت عبداللہ بن مبارک باہر تشریف لائے اور اس ٹوکری کو لے لیا۔ تو اس میں انڈے تھے، اس کو شمار کیا تو نوے (۹۰) انڈے نکلے، آپ نے خادمہ سے پوچھا کہ ایک اور انڈا کہاں ہے؟ تو نے سائل کو کتنے انڈے دیئے تھے؟ اس نے کہا میں نے اس کو نو (۹) انڈے دیئے تھے ایک کو بچالیا تھا تاکہ ہم لوگ اس سے افطار کریں یہ سن کر آپ نے فرمایا تو نے میرے دس کا نقصان کیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ملفوظات

اس قصے کو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ بیان فرما کر بہت محظوظ ہوئے اور یہ کلمات فرمائے۔

هكذا كانوا في معاملتهم لربهم عزوجل كانوا يومنون ويصدقون بماوردفي الكتاب والسنة كانوا عندالقران لايخالفونه في حركاتهم وسكناتهم واخذهم وعطاء هم عاملوا ربهم عزوجل فربحوا في معاملته فلزموها. رأوبابه مفتوحافدخلوه ورأو باب غيره مغلوقا فهجروه ووافقوه في غيره ولم يوافقوا غيره فيه. ووافقوه في بغضه لمن يبغض وفي حبه لمن يحب. (الفتح الربانی ص ۱۱۴)

یہ معاملہ تھا ہمارے اسلاف کا اپنے پروردگار کے ساتھ، جو چیزیں کتاب وسنت میں وارد ہیں ان پر دل سے ایمان وتصدیق کرتے تھے ان حضرات کا عمل قرآن پر تھا، اپنے حرکات وسکنات، لین دین میں ذرا بھی مخالفت نہیں کرتے تھے، ان لوگوں نے اپنے رب سے ایک معاملہ کیا تھا، جس میں نفع پایا تو اس معاملہ کو لازم پکڑ لیا

تھا۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے کو کھلا ہوا دیکھا تو اس میں داخل ہوگئے اور دوسروں کا دروازہ بند پایا تو اس کو چھوڑ دیا، ان حضرات نے غیر اللہ کے مقابلہ میں اللہ کی موافقت کی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں غیروں کی کچھ پرواہ نہ کی، جن سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں ان سے بغض رکھنے میں اللہ کی موافقت کی اور جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اس سے محبت رکھنے میں بھی پوری موافقت کی۔

سبحان اللہ کیا عمدہ واقعہ ہے ایمان وایقان اور تصدیق کامل کا۔ یہ تھے ہمارے اکابر ان کی باتوں سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

مصارف مال میں ترتیب: حدیث کی روشنی میں

اب معاملہ انفاق کا رہ جاتا ہے تو اس کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسب سے بھی زیادہ اہم ہے اور اس طرح اس کو عمل میں لانا کہ تمام اہل حقوق کی رعایت ہو جائے دشوار امر ہے۔ آج جو گھر گھر اختلاف اور باہمی نزاع دیکھ رہے ہیں یہ سب تعلیم نبویؐ پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور عمل علم کی فرع ہے۔ جب علم ہی نہیں تو عمل کیسے ہوگا۔

حضور اقدسؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی مبسوط کلام فرمایا ہے اور ان میں ترتیب بیان فرمائی ہے، ہم اس کو بیان کرتے ہیں:

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال عندی دینار فقال انفقہ علیٰ نفسک. قال عندی اخر قال انفقہ علیٰ ولدک قال عندی اخر قال انفقہ علی اھلک قال عندی اخر قال انفقہ علی خادمک قال عندی اخر قال انت اعلم.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے، آپؐ نے فرمایا اپنی ذات پر خرچ کرو۔ انھوں نے کہا میرے پاس ایک دوسرا دینار ہے تو فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک تیسرا دینار بھی ہے تو حضورؐ نے فرمایا اس کو اپنی

بیوی کی ضروریات میں لگادو۔ اس نے پھر کہا میرے پاس اس کے علاوہ ایک اور دینار بھی ہے تو فرمایا تم زیادہ جانتے ہو یعنی عزیز وقریب میں جو زیادہ مستحق ہوں ان کو دے دو۔

یہ نفقات کی عقلی وطبعی ترتیب ہے

اس سے نفقات میں ترتیب مفہوم ہوئی اس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں الاہم فالاہم کو مقدم فرمایا ہے، چنانچہ دیکھئے کہ سب سے پہلے اپنے نفس پر صرف کرنے کو فرمایا اس لئے کہ ظاہر ہے کہ ہر انسان پر اپنے نفس کی کفالت ضروری ہے، وہ خود نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا اس کے بعد اولاد کو فرمایا، معصوم بچے بہ نسبت بیوی کے نفقہ کے زیادہ محتاج ہیں، بیوی تو طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرکے اپنے نان ونفقہ کا خود انتظام کرسکتی ہے مگر اولاد تو بالکل ہی بے دست وپا ہیں، باپ ہی کے اوپر ان کے طعام وکسوہ (کھانے، کپڑے) کا مدار ہے۔

اولاد اور بیوی کے بعد خادم پر صرف کرنے کو فرمایا ہے اس لئے کہ اس نے بھی اپنے کو تمہارے حوالہ کردیا ہے تو پھر اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ ترتیب ہے کہ عقلی اور طبعی لحاظ سے بھی نہایت مناسب ہے۔

افضل ترین نفقہ

(۲) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینار أنفقتہ فی سبیل اللہ ودینار أنفقتہ فی رقبۃ ودینار تصدقت بہ علی مسکین. ودینار أنفقتہ علی اہلک. أعظمہا أجراً الذی أنفقتہ علیٰ اہلک.

(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دینار جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور وہ دینار جس کو تم نے کسی غلام کے آزاد کرانے میں صرف کیا اور وہ دینار جس کو تم نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور وہ

دینار جس کو تم نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا ان سب میں از روئے اجر کے
اعظم وہ ہے جس کو تم نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا۔

فائدہ: دیکھئے! جس طرح پہلی حدیث سے اپنی ذات اور اولاد زوجہ وخدام کے نفقات کے درمیان بھی ترتیب مفہوم ہوئی اسی طرح اس حدیث سے اہل وعیال اور دوسرے امور خیر میں انفاق کے درمیان بھی ترتیب معلوم ہوئی اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وعیال کے نفقہ کو اعظم أجراً فرمایا۔ پس اس سے دوسرے تمام نفقات پر اس کی تقدیم کی ترغیب نکلی۔

افضلیت کی وجہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے عمل کے لئے کافی ہے، مزید علت وسبب معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تاہم علماء نے اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے اس لئے اس کو بھی سمجھ لیجئے۔ صاحب مرقاۃ تحریر فرماتے ہیں:

قیل لانه فرض وقیل لانه صدقة وصلة.

(اہل وعیال پر خرچ کرنا افضل ہے) کیوں کہ یہ نفقہ فرض ہے اور دوسرا قول یہ ہے
کہ صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔

یعنی از روئے اجر کے اعظم اس لئے ہے کہ اہل وعیال کا نفقہ فرض ہے اور دوسرے نفقات نفل ہیں اور ظاہر ہے کہ فرض کا اجر وثواب نفل کے اجر سے بڑھ کر اور بڑا ہے۔

نیز اگر ضرورت سے زیادہ بھی دیدیا جائے تو وہ نفل ہوگا اور اس نفل میں دو جہت ہے ایک تو صدقہ ہونے کی دوسرے صلہ رحمی کی۔ بخلاف اور نوافل کے کہ اس میں محض صدقہ ہی ہونے کی جہت ہے تو اس اعتبار سے بھی اہل وعیال پر انفاق کا زیادہ ثواب ملے گا۔

دوسرے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة.

یعنی مسکین محتاج پر صدقہ تو محض صدقہ ہی ہے اور ذی رحم (رشتہ دار) پر صدقہ کرنے
میں دو چیزیں ہیں ایک تو صدقہ دوسرے صلہ رحمی۔

نیز ایک دوسری حدیث سنئے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اس میں اپنے نفس دراہل وعیال پر خرچ کرنے کو صدقہ فرمایا گیا ہے۔ وھوھذا:

عن المقدام ابن معدیکرب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ماکسب الرجل کسباً أطیب من عمل یده وماأنفق الرجل علی نفسه وولده وخادمه فهو صدقة. (ابن ما جه ص ۱۵۶)

حضرت مقدام ابن معدیکرب سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی سب سے طیب کمائی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اہل وعیال وخادم پر صرف کرتا ہے وہ سب صدقہ ہے۔

فائدہ: بہرحال ان مذکورہ احادیث سے انفاق میں ترتیب معلوم ہوئی جس کا لحاظ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

مصارف زکوۃ میں ترتیب: فقہاء کی تشریحات

چنانچہ فقہائے کرام جو احادیث کے مطالب اور ارشادات نبویہ کے مناشی کو ہم سے کہیں زیادہ سمجھتے ہیں انھوں نے مصارف زکوۃ میں ترتیب کا لحاظ رکھا ہے اور الاقرب فالاقرب کو افضل قرار دیا ہے۔ صاحب مراقی الفلاح مصارف زکوۃ کے باب میں تحریر فرماتے ہیں:

والأفضل صرفها للاقرب فالأقرب من کل ذی رحم محرم منه ثم لجیرانه ثم لاهل محلته ثم لأهل حرفته ثم لأهل بلدته.

وقال الشیخ ابوحفص الکبیر رحمه الله لاتقبل صدقة الرجل وقرابته محاویج حتی یبدأ بهم فیسدُّ حاجتهم.

اور افضل یہ ہے کہ زکوۃ کو اپنے رشتہ داروں میں اقرب فالاقرب پر صرف کرے اس کے بعد اپنے پڑوسیوں کو دے اس کے بعد اپنے محلّہ والوں کو اس کے بعد اپنے ہم پیشہ کو، اس کے بعد اپنے شہر والوں کو۔

اور شیخ ابوالحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا ہے

جب کہ اس کے رشتہ دار محتاج ہوں تا آنکہ انھیں لوگوں سے ابتداء کرے اور ان کی
حاجت پوری کرے۔
نیز فرماتے ہیں کہ:

کرہ نقلها بعدتمام الحول لبلداخرلغیرقریب واحوج واورع وانفع للمسلمین بتعلیم. (قوله انفع للمسلمین بتعلیم)

قال فی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل ای من الجاهل الفقیر ولایکره نقلهامن دارالحرب الیٰ دارالإسلام ولومع وجودالمصرف هناک.......

قال فی النهر والاولی صرفها الیٰ اخوته الفقراء ثم اولاده ثم اعمامه الفقراء ثم اخواله ثم ذوی الأرحام ثم جیرانه ثم اهل سکته ثم اهل ربضه.(قوله لاتقبل صدقة الرجل) ای لایثاب علیها وإن سقط الفرض.

قال الشامی: عن ابی هریرة مرفوعاً الیٰ النبیؐ انه قال یاأمة محمدؐ والذی بعثنی بالحق لایقبل الصدقة من رجل وله قرابة محتاجون الیٰ صلته ویصرفها الیٰ غیرهم والذی نفسی بیده لاینظر الله الیه یوم القیامة. .... والمراد بعدم القبول عدم الاثابة علیها وان سقط بها الفرض لان المقصود منها سدخلة المحتاج وفی القریب جمع بین الصلة والصدقة.

سال پورا ہونے کے بعد زکوۃ کا دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا مکروہ ہے بہ شرطے کہ دوسرے شہر کے لوگ رشتہ میں قریب اور زیادہ محتاج اور زیادہ پرہیز گار ہوں اور مسلمانوں کے لئے تعلیم کے ذریعہ زیادہ نفع بخش ہوں۔ (قولہ انفع الخ)

معراج میں ہے کہ عالم فقیر پر صدقہ کرنا بہتر ہے یعنی جاہل فقیر سے۔ اور زکوۃ کا دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف منتقل کرنا مکروہ نہیں اگرچہ دارالحرب میں

مصرف ہو۔

نہر میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ زکوٰۃ کو اپنے محتاج بھائیوں پر صرف کرے پھر ان کی اولاد پر اس کے بعد اپنے ماموؤں پر پھر اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں پر اس کے بعد پڑوسیوں پر اس کے بعد محلّہ والوں پر پھر اپنے شہر والے اور اس کے گردو نواح والوں پر (قولہ لاتقبل الخ) یعنی اس پر ثواب نہ ہوگا، اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔

شامی میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ دین حق دے کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کا صدقہ قبول نہیں فرماتے جس کے رشتہ دار اور اہل قرابت صدقہ کے محتاج ہوں اور وہ غیروں پر خرچ کرے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (بھی) نہ فرمائیں گے۔ عدم قبول سے مراد اس پر ثواب نہ ملنا ہے، اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا، کیونکہ زکوٰۃ سے مقصود محتاج کی حاجت روائی ہے اور قریب (رشتہ دار) میں صلہ رحمی اور صدقہ دونوں جمع ہو جاتے۔

حضرات فقہاء اور سنت وشریعت کی رعایت

فقہائے کرام کی ان تصریحات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ یہ حضرات سنت کی کس قدر رعایت فرماتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ شریعت میں انفاق کا کیسا کامل انتظام فرمایا گیا ہے۔

ہاں البتہ اہل وعیال پر زکوٰۃ کی رقم کو صرف کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ زکوٰۃ کے مصرف فقراء ومساکین ہیں۔

اور غنی کی اولاد غنی ہی کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے مصرف زکوٰۃ نہیں بن سکتی، مگر دوسرے نفقات جو زکوٰۃ کے علاوہ ہیں ان میں الاقرب فالاقرب کا لحاظ ضروری ہوگا۔

تو سب سے زیادہ قریب اپنا نفس ہے پھر اہل وعیال پھر دوسرے عزیز واقارب تو بس

آدمی انفاق کی تقدیم وتاخیر میں اسی ترتیب کا مکلف ہوگا جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے۔

حضرت مصلح الامت کا محققانہ کلام

اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی جو اس قدر ترغیب دی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے شرک، زنا، بغاوت (قتل وغارت) وغیرہ بہت سے کبائر میں لوگ مبتلا تھے، منجملہ ان کے ایک یہ بھی بد دینی اور ضلالت شائع تھی کہ اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل کر دیتے تھے۔

اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان ننھے معصوم بچوں کے ساتھ اس قسم کا دلخراش معاملہ کیا جائے بے شک جب قوم گمراہ ہوجاتی ہے تو اس کی طبیعت، اس کا مزاج اس کی فہم و احساس سبھی فاسد ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس فعل شنیع سے منع کرنے کے لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

لَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ.

یعنی اپنی اولاد کو فقر (فی الحال یا آئندہ) کے خوف سے قتل نہ کیا کرو ہم ان کو اور تم کو دونوں ہی کو رزق دیں گے۔

صاحب روح المعانی نے اس آیت کے تحت بہت ہی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے اسکو نقل کرتا ہوں:

فجملة نحن الخ استيناف مسوق لتعليل النهى و ابطال سببية ما اتخذوه سببالمباشرة المنهى عنه وضمان منه تعالىٰ لارزاقهم اى نحن نرزق الفريقين لا أنتم ولا تقدموا على ما نهيتم عنه بذالک.

(روح المعانی ج۸، ص۴۲)

(حاصل کلام یہ ہے کہ) "نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ" جملہ مستانفہ ہے اس میں قتل کی ممانعت کی حکمت بیان کی گئی ہے اور جس چیز کو منہی عنہ کے ارتکاب کا سبب ٹھہرایا تھا اس کو باطل کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ضمان ہے کہ تم کو اور

تمہاری اولاد کو ہم ہی رزق دیں گے نہ کہ تم لوگ، پس جس چیز سے تم کو روکا گیا ہے اس کی طرف اقدام مت کرو۔

حسن معاشرت کی ترغیب اور ہماری ذمہ داری

تو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی شدومد سے حسن معاشرت اور شفقت علی الاولاد کی ترغیب دی ہے تو اب ہم لوگوں کو بھی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ کو جو:

(الف) ہماری گھریلو زندگی کی اصلاح کے واسطے ہیں۔

(ب) جس سے ہم کو دنیا میں راحت اور سکون میسر ہوسکتا ہے۔

(ج) اور ہمارا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

امت کے سامنے لاویں، اور بیان کریں۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے زمانۂ رسالت کے بُعد کے سبب جاہلیت کے حالات میں لوگ مبتلا ہو جائیں۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ آج کل دوست واحباب کی خاطر تواضع میں اپنی وسعت سے زیادہ صرف کردیا جاتا ہے، خواہ اولاد گھر میں فاقہ مست ہی کیوں نہ ہو۔

میں یونہی نہیں لکھ رہا ہوں مجھے بہت سے تجربات ہیں۔ حالات سامنے ہیں، اس لئے سمجھ بوجھ کر عرض کر رہا ہوں۔

انفاق میں اعتدال مامور بہ ہے

اب سنئے جیسے مصارف انفاق میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح اہل حقوق پر صرف کرنے میں اعتدال بھی ضروری ہے۔

نہ اتنی تنگی کرے کہ اہل حقوق ضیق اور تنگی میں مبتلا ہو جائیں اور نہ اتنی وسعت کردے کہ اسراف منہی عنہ تک نوبت پہنچ جائے۔ بلکہ آمدنی کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور آئندہ کے لئے بھی آمدنی کا کچھ حصہ بچا کر پس انداز کرنا چاہئے اسی کو "اقتصاد" کہتے ہیں جو نہایت اہم اور دشوار مسئلہ ہے۔

اور یہی تدبیر منزل کی اصل اور اساس ہے۔ اگر اقتصادی حالت درست ہے تو تدبیر منزل درست ہے اور اگر اس میں قصور وفساد ہے تو پھر تدبیر منزل بھی خراب وفاسد ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی جیسے اور صفات بیان فرمائی ہیں اس میں سے ایک انفاق میں توسط واعتدال کی بھی مدح فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذَالِکَ قَوَاماً.

(انفاق مال میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ) نہ وہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (اس افراط وتفریط) کے درمیان میں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی اس مضمون کی آیات ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ تو اس کے متعلق کثیر ہیں، چنانچہ تیسیر المہذب میں ہے:

والأحادیث الحالة علی الاقتصاد کثیرة منها قوله صلی الله علیه وسلم من اقتصد اغناه الله ومن بَذَّرَ افقرهُ الله.

اقتصاد پر ابھارنے والی بہت سی احادیث ہیں ان میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ''جو شخص میانہ روی اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ غنی فرمادیں گے اور جو فضول خرچی کرے گا اس کو محتاج بنادیں گے۔

نیز ارشاد ہے کہ:

''ماعال من اقتصد'' ومعنی (عال) افتقر واحتاج التدبیر نصف المعیشة. مااحسن القصد فی الغِنیٰ ومااحسن القصد فی العبادة.

جو میانہ روی اختیار کرے گا محتاج وفقیر نہیں ہوگا اور یہ بھی حضورؐ نے فرمایا (انفاق میں) تدبیر (حسن انتظام) نصف معیشت ہے۔

نیز ارشاد ہے کہ اعتدال غنیٰ (مالداری) کی حالت میں بھی بہترین شی ہے اور فقر کی حالت میں بھی نہایت عمدہ ہے اور عبادت میں بھی قصد اور اعتدال ہی احسن (بہتر) ہے۔

غرض ہر چیز میں اعتدال وتوسط محبوب ومطلوب ہے۔ ''خیرالاموراوساطہا'' (ہر معاملہ میں درمیانی راہ بہتر ہے) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة. نفقہ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔

''اقتصاد'' اقوال صحابہؓ کی روشنی میں

اب اقتصاد کے بارے میں اقوال صحابہ کرامؓ سنئے:

(۱) واثنیٰ ابوبکر الصدیقؓ علی الاقتصاد بقوله ماعال مقتصد ولایعیل وقال وانی لأ بغض اهل البیت ینفقون رزق ایام فی یوم واحد.

(۲) وقال عمر بن الخطابؓ ان الله یحب القصد والتقدیر ویکره السرف والتبذیر.

(۳) وقال علی کرم الله وجهه دع الاسراف واقْتَصِدْ واذکر فی الیوم غداً.

(۴) وقال معاویةؓ حسن التقدیر نصف الکسب وهو قوام المعیشة.

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اقتصاد کی ان الفاظ سے تعریف فرمائی کہ (نفقہ میں) اعتدال اختیار کرنے والا نہ پہلے محتاج ہوا اور نہ ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا میں ایسے اہل خانہ سے بغض رکھتا ہوں جو کئی دن کی روزی ایک دن میں صرف کر ڈالیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اعتدال اور اندازے سے خرچ کرنے کو پسند فرماتے ہیں اور فضول خرچی اور ضرورت سے زیادہ صرف کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اقتصاد کو اختیار کر کے اسراف کو ترک کردو، اور آج ہی سے کل کا خیال رکھو۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ خوب اندازے سے صرف کرنا (حسن انتظام) نصف کسب اور معیشت کی اساس (بنیاد) ہے۔

انفاق میں اعتدال شرعاً مطلوب اور اسراف ممنوع ہے

پس ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ انفاق میں اعتدال شرعاً مطلوب ہے اور اسراف ممنوع ہے اس لئے کہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اسی کا عطیہ ہے۔
جس طرح بندے اس کے حاصل کرنے میں جائز طریقوں کے اختیار کرنے کے مکلف ہیں اسی طرح اس کے صرف کرنے میں بھی اس امر کے پابند ہیں کہ ہمارا یہ انفاق از روئے شرع جائز بھی ہے یا نہیں۔
اگر مال کو اپنی ملک سمجھ کر منشاء شارع کے خلاف تصرف کرے تو یہ بندے کی سرکشی اور طغیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی صریح ناشکری ہے۔

اسراف کی تعریف

پس معاصی اور لغویات میں صرف کرنا اسی طرح مباحات میں بلاسوچے سمجھے اتنا خرچ کرنا کہ ضروری حقوق کی تفویت ہوجائے، منشاء شارع کے خلاف ہے اور اسی کا نام اسراف ہے۔

اسراف کے مواقع

یوں تو اس کے مواقع کثیر ہیں مگر مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ آج کل تقریبات میں عموماً اسراف ہوجاتا ہے اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ بلاضرورت شرعیہ مال کو بیدریغ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے جیسے اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں یہ لوگ خود مختار ہیں اور شارع کی جانب سے اس کے متعلق کوئی تعلیم اور ہدایت نہیں ہے، مالک ہونے کی حیثیت سے جتنا چاہیں اور جہاں چاہیں مال کو اڑا دیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اسراف کی حرمت

تو اللہ تعالیٰ نے اسراف کی ممانعت اور مذمت اس آیت میں فرمائی ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا.

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور بے

موقعہ مت اڑانا، بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

نیز اسراف ہی کی قباحت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت (اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ) کی تفسیر میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

وھوھذا عن ابن عمر مرفوعا کلوا واشربوا وتصدقوا ولبسوا من غیر اسراف ولا مخیلة.

حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو (مگر اس بات کا خیال رکھو) کہ ان میں اسراف وتفاخر نہ ہونے پائے۔

تقریبات اور رسوم اسراف کا سبب بنتی ہے

مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں ارشادات اور یہ حدیث شریف اسراف اور فضول خرچی کی مذمت کے لئے کافی ہیں اور اس سے نفرت اور گھن پیدا ہو جانے کے لئے وافی ہیں۔

ان تقریبات میں حد سے زیادہ وسعت کا یہ بھی برا انجام، ہونا ہے کہ امراء واغنیاء کی دیکھا دیکھی فقراء وغرباء بھی اعلیٰ پیمانہ ہی پر شادی بیاہ کرنا چاہتے ہیں خواہ فاقہ مست ہی کیوں نہ ہوں اور قرض کے بار گراں کا تحمل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

بلکہ بہتیرے تو تحصیل مال کے لئے حرام طریقوں کے اختیار کرنے کی جرأت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کس قدر برا اور منشاء شارع علیہ السلام کے خلاف ہے۔

رسوم کا انجام اور اس کی وجہ

اور طرفہ یہ ہے کہ جس ریا وتفاخر، نام ونمود کی خاطر یہ کیا جاتا ہے وہ بھی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات یہ رسمی دعوت مدارات بجائے الفت ومحبت کے رنج وشکایت اور عداوت کی

موجب ہو جاتی ہے۔

اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جو تعلیمات وہدایات کی ہیں جس سے آخرت ودنیا کی فلاح وعافیت نصیب ہوسکتی ہے اسی کو ہم نے ترک کر دیا ہے، اسی وجہ سے دنیا میں بھی خسران وہلاکت ہے۔

چنانچہ اہل رسوم ان رسوم کی وجہ سے بہت کچھ پریشان ہی نظر آرہے ہیں، اور تنگی اور ضیق محسوس کر رہے ہیں، مگر برادری کی ملامت کی ڈر سے اس کے چھوڑنے پر بھی قادر نہیں ہیں۔

اس کا حل

پس اس کا حل سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر صدق دل سے ایمان لایا جائے اور اس پر عمل کے لئے آمادہ ہوا جائے، اگر پوری برادری متفق ہوکر یہ سب بکھیڑے اور رسوم موقوف کر دیں تو بہت اچھا اور آسانی بھی ہے۔

اور اگر پوری برادری ساتھ نہ دے تو کچھ لوگ تو کلا علی اللہ اس رسم بد کے خلاف کرنا شروع کر دیں، تو انشاء اللہ اس سے نفع ہوگا، دوسرے لوگ بھی اسی طرح عمل شروع کر دیں گے اور اس کو اس سنت حسنہ کے احیاء کا ثواب عنداللہ ضرور ملے گا۔

☆☆☆

''اصول اقتصاد''

(از: سمیرُ المهذّبُ)

الأصـل الأول : آمدنی اگر چہ قلیل ہو، مگر اس سے کچھ پس انداز کرنا چاہئے جو شخص آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ احمق ہے۔

الأصل الثانی: ضرورت کی اشیاء نقدلو، کسی کے مقروض نہ رہو۔

الأصـل الثـالـث: آئندہ آمدنی کی توقع پر سب مال خرچ نہ کر ڈالو، اس لئے کہ جو چیز حاصل نہیں ہے اس پر کیا بھروسہ ملے نہ ملے، جو شخص آئندہ کی امید پر خرچ کرے گا، وہ قرض وفقر میں مبتلا ہو جائے گا۔

الأصل الرابع : اپنے کو مال کے تلف اور ہلاک کرنے سے بچاؤ، اس لئے کہ نہ تو تم کو ہی اس سے کوئی نفع پہونچے گا اور نہ کسی اور ہی کو۔

الأصـل الـخامس: اپنے اعمال کی خودنگرانی کرو، اور اگر عمل خود کر سکتے ہو تو خود کرو اس لئے کہ مثل ہے۔

لا یهتم فی العمل الا صاحبه و لا یراقب الشی الاعین صاحبه

یعنی جس کا کام ہوتا ہے وہی اس کا اہتمام بخوبی کر سکتا ہے اور کسی شی کی حفاظت ونگرانی اس کے مالک ہی کی آنکھ کرسکتی ہے۔

الأصـل السـادس: اگر کسی چیز کی ضرورت نہ ہو تو اس کو نہ خریدو، اگر چہ وہ سستی ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ جب تم کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو مفت بھی ملے تو گراں ہے۔

الأصل السابع: اپنے مستقبل پر نظر رکھو، اور ایسا حساب رکھو کہ اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے، تو مالی پریشانی نہ ہو۔

خانگی سکون کی کلید

پس اگر ان اصول اقتصاد پر عمل پیرا ہوا جائے اور خرچ کرنے والے اور اہل حقوق سبھی لوگ ان کی رعایت کریں، اور افراط وتفریط سے بچیں، اور اہل حقوق بیجا مطالبات سے احتراز کریں تو آج ہماری گھریلو زندگی سنور جائے، اور اطمینان وسکون میسر ہو جائے۔

احکام شریعت: ترقی کی ضمانت

اقتصاد کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کرامؓ کے اقوال سے اندازہ ہوا ہوگا کہ یہ حضرات امور معاش اور خانہ داری میں کس قدر مہارت اور بصیرت رکھتے تھے۔

بے شک ایسی تعلیمات اللہ کا نبی ہی دے سکتا ہے یا وہ شخص جو مشکوٰۃ نبوت سے نور اخذ کئے ہوئے ہو، بغیر اس کے کوئی ایسی باتیں سکھلا ہی نہیں سکتا، مگر ان تمام ارشادات عالیہ اور اقوال سلف کو ہم لوگ بالکل بھولے بیٹھے ہیں۔

اغیار نے ان تعلیمات کو لیا اور اس کے مطابق کام کیا تو دنیا میں کیسی کیسی ترقیات حاصل کیں اور ہم لوگ ایسے خواب خرگوش میں ہیں کہ یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے اکابر کی ہدایات امور معاش کے متعلق بھی کچھ ہیں یا نہیں۔

اس مختصر سے مضمون سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شریعت میں معاد کی طرح معاش کا بھی کامل انتظام ہے اور یہ غلط فہمی بھی رفع ہوئی کہ نبی کریمؐ نے فقط نماز، روزہ ہی کی تعلیم فرمائی۔

نیز آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ ہم نے اکابر صحابہ کے اقوال سے زیادہ تر اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ صحابہ کرام سب امت سے افضل ہیں تو ان کا امر معاش کے بارے میں یہ اہتمام عین ارشاد ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

پس ہمارا دعویٰ الحمدللہ ثابت ہوگیا۔ فللّٰہ الحمد.